پروفیسر اختر راہی

سیّد مناظر احسن گیلانی

(آخری قسط)

قرآنیات

۱۔ تدوین قرآن:۔۔۔ پروفیسر محمد اجمل خان نے "جمع و تدوینِ قرآن" کے موضوع پر اخبار مدینہ (بجنور) میں ایک مقالہ لکھا جو نولڈکی اور دیگر مستشرقین کی تحقیقات پر مبنی تھا۔ انھوں نے اپنے مقالے میں ایسے خیالات کا اظہار کیا جس سے قرآنِ مجید کی موجودہ جمع و ترتیب بلکہ اس کی حفاظت کے بارے میں شکوک پیدا ہوتے تھے۔

مولانا گیلانی نے پروفیسر محمد اجمل کے مقالے پر نقد و تبصرہ لکھا جو ایک کتاب بن گیا۔ یہ سلسلۂ مضامین کتاب کی صورت میں شائع نہ ہو سکا۔ اسی عرصے میں مولانا گیلانی کے ایک شاگرد نے "تدوینِ قرآن" کے موضوع پر ایم۔ اے (تفسیر) کے لیے مقالہ لکھا۔ مقالہ نگار مولوی غلام ربّانی نے علامہ جلال الدین سیوطی کی "اتقان" اور الجزائری کی "تبیان" سے استفادے کے ساتھ ساتھ مولانا گیلانی کی درسی امالی سے استفادہ کیا نیز مولانا گیلانی کی غیر مطبوعہ کتاب کا جوہری خلاصہ تیار کیا اور مختصر سا تعارف لکھ دیا۔

"تدوینِ قرآن" خیالات اور اندازِ بحث و نظر کے اعتبار سے مولانا گیلانی کی تالیف ہے مگر ترتیب و تدوین مولوی غلام ربانی صاحب ہی کی ہے۔

۲۔ تفسیر سورۂ کہف:۔۔۔ مشہور حدیث نبویؐ ہے کہ دجال کے فتنے سے جو محفوظ رہنا چاہتا ہے، اس کو سورۂ کہف کی ابتدائی یا خاتمے کی آیات تلاوت کرنی چاہیے۔ اسی حدیث کے حوالے سے دجالی فتنے کا سورۂ کہف سے تعلق پیدا ہوتا ہے۔ مولانا گیلانی نے "دجالی فتنہ اور سورۂ کہف" کے زیرِ عنوان ایک طویل مضمون لکھا جو ماہنامہ "الفرقان" (لکھنؤ) میں ۱۲ قسطوں میں طبع ہوا۔[۱] دوبارہ مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی

---

[۱] ذی الحجہ ۶۸ھ تا جمادی الاخریٰ ۷۱ھ

کی ترتیب و تدوین سے الفرقان (افادات گیلانی نمبر) میں شائع ہوا۔ غالباً حیدر آباد دکن سے کتابی صورت میں بھی چھپ چکا ہے۔

۳۔ ادبِ قرآنی :—— مختصر سی کتاب ہے۔ اس کتاب کے مطالعے کے بعد قرآنِ مجید کا ترجمہ بآسانی پڑھایا جاسکتا ہے۔

حدیث

۴۔ امالیٔ صحیح مُسلم از افادات مولانا انور شاہ کاشمیری :—— مولانا گیلانی نے اپنے استادِ گرامی مولانا انور شاہ کاشمیری کے صحیح مُسلم سے متعلق درسی افادات قلم بند کیے تھے مگر یہ افادات ضائع ہو گئے۔ ان درسی افادات کے بارے میں مولانا گیلانی نے لکھا ہے :

حضرت الامام الکشمیری کی تقریروں کے قلم بند کرنے کا ارادہ شاید اس فقیر سے پہلے کسی صاحب نے نہیں کیا تھا۔ یوں بھی عربی زبان میں حدیث کی تقریروں کی تعبیر کی روایت مجھ تک نہیں پہنچی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ اس فقیر کے بعد اس سے کہیں زیادہ لائق و فائق، قابل و فاضل، مستعد اور جفاکش محنتی طلبہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گرد جمع ہو گئے، جنھوں نے اپنی زندگی کا نصب العین ہی یہ قرار دیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو، معارفِ انوریہ کے اس بحرِ بیکراں کو قیدِ تحریر میں لانے کی کوشش کی جائے۔[۲]

۵۔ تدوینِ حدیث :—— تدوینِ حدیث کے موضوع پر مولانا گیلانی نے لیکچروں کا سلسلہ شروع کیا۔ اس سلسلے کا پہلا لیکچر جامعہ عثمانیہ حیدر آباد کے تحقیقی مجلہ میں طبع ہوا۔ اس لیکچر میں انھوں نے مذاقِ زمانہ کے مطابق علمِ حدیث کی تعریف، علمِ حدیث کی اہمیت، اس کی تاریخ اور اس کی محققانہ تدوین پر روشنی ڈالی۔ یہ لیکچر سید سلیمان ندوی صاحب کے مقدمے کے ساتھ ادارہ دعوت الحق حیدر آباد نے کتابی صورت میں شائع کیا تھا۔ مولانا گیلانی کو یہ ایڈیشن پسند نہ آیا۔ ایک خط میں لکھتے ہیں :

"تدوینِ حدیث کا یہ بالکل ابتدائی حصہ ایک پرچے میں شائع ہوا تھا۔ ایک صاحب نے اشاعت کی اجازت چاہی، میں نے کارِ خیر خیال کر کے اجازت دے دی۔ اب انھوں نے اس کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے تو آپ ہی بتائیں کہ اس میں فقیر کا کیا قصور ہے۔ کتاب انشاء اللہ تعالیٰ چار سو صفحات پر ختم ہوگی۔ ابھی مکمل نہیں ہوئی، دوسرے کام درمیان میں آجاتے ہیں۔[۳]

---

[۲] حیاتِ انور، ص ۵۱

[۳] اندازِ سخن، ص ۱۷۶۔ خط مکتوبہ ۱۱ر دسمبر ۱۹۴۶ء۔

اس کے بعد مولانا گیلانی "تدوینِ حدیث" کے موضوع پر کام کرتے رہے اور ان کے مضامین رسائل میں طبع ہوتے رہے۔ اس سلسلے کے چار مضامین مولوی غلام محمد حیدرآبادی کی ترتیب و تدوین کے ساتھ مجلسِ علمی کراچی نے شائع کیے ہیں۔

"تدوینِ حدیث" اپنے موضوع پر جامع کتاب ہے۔ مولانا گیلانی اسمار الرجال پر ایک باب لکھنا چاہتے تھے مگر زندگی نے وفا نہ کی۔

سیرت و سوانح

۶۔ النبی الخاتم :— جناب عبدالمجید قرشی مدیر اخبار "ایمان" نے تحریکِ سیرت شروع کی تو ہر سال ۱۲ ربیع الاوّل کو سیرت کے جلسوں کے اہتمام کے ساتھ سیرت شناسی کے پمفلٹ اور کتابیں شائع کرتے تھے۔ قرشی صاحب نے سیرت کے موضوع پر برّ صغیر اور مصر و شام کے بہت سے اہلِ قلم سے مضامین لکھوائے اور انھیں عام کیا۔ اسی سلسلے میں مولانا مناظر احسن گیلانی سے ایک طویل مقالہ "النبی الخاتم" لکھوایا۔

مولانا گیلانی نے اپنے مقالے میں سیرتِ رسول میں سوانحی ترتیب کا لحاظ نہیں برتا بلکہ ایک "داعیانہ رجز" کا انداز اختیار کیا ہے۔ "النبی الخاتم" اپنی اوّلیں صورت میں ایک مسلسل مضمون تھا۔ دوسرے ایڈیشن میں مولانا گیلانی نے ضمنی عنوانات دیے اور بعض رموز و کنایات کی کسی قدر وضاحت کی۔

مؤلف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکّی اور مدنی زندگی کے بارے میں یہ نقطہ پیدا کیا ہے کہ مکّی زندگی، دل کی زندگی اور مدنی دورِ حیات، دماغ کی زندگی تھی۔ مؤلف نے کتاب میں غیر مسلم حلقوں کے اعتراضات بھی پیشِ نظر رکھے ہیں، چنانچہ انھوں نے اثباتِ نبوت پر تورات، اناجیل، بدھ کی تعلیمات اور ویدوں کے اقتباسات سے یہ واضح کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پیشرو معلمینِ اخلاق پیش گوئی کرتے چلے آئے ہیں۔ اسی طرح اختصار سے اسلام کی دعوت اور پیش رفت کی تاریخ بیان کی ہے۔

النبی الخاتم کا اندازِ بیان والہانہ اور البیلا ہے۔ الفاظ کے چناؤ اور فقروں کے دروبست پر مولانا نے خاصی محنت کی ہے۔ چھوٹے چھوٹے فقروں میں تاریخ کے طویل ادوار سمیٹ لیے گئے ہیں۔ قرشی صاحب نے "النبی الخاتم" کی ان ہی خصوصیات کے پیشِ نظر یہ رائے دی ہے کہ سیرت کی لائبریریوں

میں اس قسم کی کوئی دوسری کتاب موجود نہیں ہے۔" النبی الخاتم" کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس کے ان گنت ایڈیشن طبع ہوئے اور مسلسل طبع ہو رہے ہیں۔

۷۔ ظہورِ نو یا نیا میلاد نامہ :۔۔۔ سیرت کے موضوع پر یہ رسالہ اسلامک سوسائٹی پبلی کیشنز حیدر آباد نے شائع کیا ہے۔

۸۔ ابوذر غفاری رضؓ :۔۔۔ صحابی رسولؐ حضرت ابوذر غفاریؓ کی دلچسپ سوانح حیات ہے۔ مولانا گیلانی کی اوّلین باضابطہ کتاب ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے یہی کتاب دیکھ کر فرمایا تھا کہ اس کتاب کا مولف آئندہ چل کر ایک عظیم محقق ثابت ہوگا۔ یہ کتاب چند بار ہندوستان و پاکستان میں طبع ہوئی ہے۔

۹۔ امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی :۔۔۔ امام ابوحنیفہ اپنے فقہی کارنامے کے پیشِ نظر مؤلفین کی توجہ کا مرکز رہے ہیں۔ ان پر بیسیوں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مولانا گیلانی نے ان کے زمانے کے سیاسی حالات اور ان حالات میں امام ابوحنیفہ کے کردار پر یہ ضخیم کتاب ترتیب دی ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ کے الفاظ میں " اس میں اپنے موضوع پر جملہ متعلقہ مواد تو جمع کر دیا گیا ہے، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ دیگر معلومات کا بھی ضمناً آجانا ممنوع رہا ہو۔ اس میں معلومات کا انبار ہے۔ لطیف استنباطات کی بھرمار ہے اور صبر سے اور بار بار پڑھنے والے کو ہر قدم پر اور ہر دفعہ نئی نئی چیزیں ملتی ہیں۔" یہ کتاب پہلی بار نفیس اکیڈمی حیدر آباد سے ۱۹۴۹ء میں ڈاکٹر حمید اللہ کے تعارف کے ساتھ شائع ہوئی۔

۱۰۔ تذکرہ شاہ ولی اللہ :۔۔۔ ۱۹۳۵ء میں ماہنامہ "الفرقان" (لکھنؤ) کا تاریخی شاہ ولی اللہ نمبر شائع ہوا۔ اس نمبر میں مولانا گیلانی نے ایک طویل مقالہ لکھا۔ یہی مقالہ "تذکرہ شاہ ولی اللہ" کے نام سے طبع ہوتا رہا ہے۔ مولانا گیلانی نے اس مقالے میں شاہ ولی اللہ کے دور کے سیاسی حالات، ان میں شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی اور ان کے خانوادے کی کوششوں کا ذکر کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ کی علمی زندگی کا جامع جائزہ لیا گیا ہے۔ اس مقالے میں بھی ان کا معروف اندازِ ترتیب پایا جاتا ہے۔ اکثر ضمنی باتوں پر کئی کئی صفحات لکھے ہیں مگر فائدے سے خالی نہیں۔

۱۱۔ سوانح قاسمی (تین جلدیں) :۔۔۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کی جامع سوانح حیات ہے۔ یہ مولانا گیلانی کی آخری تالیف ہے جو انھوں نے دار العلوم دیوبند کے مہتمم کی فرمائش پر قلم بند کی۔ تین

جلدوں میں یہ کتاب مکمل ہوئی۔ چوتھی جلد شروع کی تھی جس میں مولانا نانوتویؒ کے علمی کارناموں کا جائزہ لینا مقصود تھا مگر ابھی چند صفحات ہی لکھے تھے کہ داعی اجل کا بلاوا آگیا۔

مولانا گیلانی آخری زمانہ حیات میں یہ کتاب ترتیب دیتے ہوئے اکثر اس بات کا اظہار کرتے تھے کہ ان کی علمی و تصنیفی زندگی کا آغاز "القاسم" سے ہوا اور شاید انتہا بھی القاسم (سوانح محمد قاسم نانوتویؒ) پر ہو جائے۔ چنانچہ ان کی یہ بات درست ثابت ہوئی۔

معاشیات

۱۲۔ اسلامی معاشیات:۔ مولانا گیلانی برصغیر پاک و ہند کے ان چند گنے چنے علما میں سے ہیں جنھوں نے اسلام کے نظامِ معیشت پر قلم اٹھایا۔ مولانا گیلانی کے ایک شاگرد ڈاکٹر یوسف الدین صاحب نے "اسلام کے معاشی نظریے" کے زیرِ عنوان اپنا تحقیقی مقالہ لکھا۔ مولانا گیلانی نے ان کی رہنمائی کے لیے معاشیات کا باقاعدہ مطالعہ شروع کیا اور اسلام کے نظامِ معیشت پر غور و فکر کیا۔ اسی مطالعہ اور غور و فکر کا نتیجہ یہ کتاب ہے۔ "اسلامی معاشیات" اپنے موضوع پر اوّلین کتابوں میں سے ایک ہے۔ ۱۹۴۷ء میں پہلی بار حیدرآباد سے طبع ہوئی۔

۱۳۔ اسلام اور نظامِ جاگیرداری و زمینداری:۔ مولانا گیلانی کا یہ مقالہ ماہنامہ "معارف" (اعظم گڑھ) بابت دسمبر ۱۹۵۲ء اور جنوری ۱۹۵۳ء میں طبع ہوا۔ مولانا گیلانی اسے کتابی صورت میں چھپوانا چاہتے تھے۔ اسی مقصد کے لیے نظرِ ثانی کے بعد انھوں نے یہ مقالہ مولانا ابوالخیر مودودی مرحوم کے حوالے کر دیا۔ آخر یہ مقالہ محکمہ اوقاف پنجاب (پاکستان) تک پہنچا۔ محکمہ اوقاف پنجاب کی جانب سے جناب محمد یوسف گورایہ صاحب نے تصحیح و تحشیہ کا فریضہ انجام دیا اور یہ مقالہ ۱۹۷۵ء میں کتابی صورت میں چھپ گیا۔ گورایہ صاحب اپنی تصحیح و تحشیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"زیرِ نظر مسودے پر کافی محنت کرنی پڑی۔ فقہائے اسلام کی قدیم، مبسوط اور مفصل کتب کے بے شمار حوالے دیے گئے ہیں ... ... مسودے کے تمام حوالوں کا اصل کتب سے مقابلہ کیا گیا۔ بعض حوالے مولانا مرحوم نے قدیم ایڈیشنوں سے لیے تھے اب وہ ایڈیشن بازار میں یا لائبریریوں میں موجود نہیں ہیں۔ ان کی جگہ نئے ایڈیشنوں نے لے لی ہے۔ ان حوالوں کو صحیح کیا گیا۔ مسودے میں ذیلی عنوانات نہ تھے مسلسل عبارت تھی۔ قارئین کی سہولت کے لیے ذیلی عنوانات قائم کیے گئے اور ان کی فہرست بنائی گئی ہے۔"[۵]

۵۔ اسلام اور نظامِ جاگیرداری و زمینداری۔ ص: ب (دیباچہ)

فقہ

۱۴۔ **مقدمہ تدوینِ فقہ :**۔۔۔ ۱۹۴۴ء میں مولانا گیلانی نے "تدوینِ فقہ" پر ایک مضمون پڑھا۔ دوبارہ اس کو مرتب کرنے بیٹھے تو کتاب کی شکل اختیار کر گیا۔ اس کے ابتدائی سو صفحات جامعہ عثمانیہ کے تحقیقی مجلے میں طبع ہوئے، بعد میں ماہنامہ "برہان" (دہلی) بابت جنوری تا ستمبر ۱۹۴۵ء میں بقیہ حصہ طبع ہوا۔ مولانا گیلانی یہ کتاب مکمل نہ کر سکے۔ البتہ کتاب کے مقدمے میں انھوں نے فقہی اختلافات کی نوعیت کو تاریخی روشنی میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

مولانا گیلانی کے یہ مضامین ڈاکٹر رشید احمد جالندھری کی تصحیح و تحشیہ اور مناسب تدوین سے مکتبہ رشیدیہ لاہور نے "مقدمہ تدوینِ فقہ" کے نام سے شائع کیے ہیں۔

تصوف و علم کلام

۱۵۔ **رسالہ کائناتِ روحانی :**۔۔۔ رسالے کا موضوع نام سے واضح ہے۔ مولانا گیلانی کی ابتدائی کاوشوں میں سے ہے۔ ابتداءً ماہنامہ "القاسم" (دیوبند) میں طبع ہوا، بعد میں کتابی صورت میں شائع ہوتا رہا۔

۱۶۔ **الدین القیم :**۔۔۔ علمِ کلام پر مولانا گیلانی کے چند لیکچروں کا مجموعہ ہے۔ کتاب دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں اہلِ عقل و فلسفہ کے اعترافِ عجز کا بیان ہے جو انھوں نے مسئلہ کائنات کے حل میں اپنی ناکامی کے بعد کیا ہے۔ دوسرے حصے میں متصوفانہ انداز سے مسئلہ کائنات کا حل پیش کیا گیا ہے۔ اسی حوالے سے ذاتِ باری تعالیٰ، صفاتِ باری تعالیٰ، رسالت و نبوت، معجزات و خوارقِ عادت، خیر و شر، قضا و قدر اور حقیقتِ زمانہ وغیرہ مسائل زیرِ بحث آئے ہیں۔

"الدین القیم" پہلی بار ۱۹۴۴ء میں طبع ہوئی تھی، اس کے بعد چند بار شائع ہوئی ہے۔

۱۷۔ **مقالاتِ احسانی :**۔۔۔ مولانا گیلانی کے مقالات کا یہ مجموعہ مولوی غلام محمد حیدرآبادی نے مرتب کیا اور مجلسِ علمی۔ کراچی نے شائع کیا ہے۔ اس مجموعۂ مقالات میں مشہور طرقِ تصوف، طریقہ غزالیہ، طریقہ اشتغالِ مطلقہ نیز مثنوی معنوی اور فتوحاتِ مکیہ کے بعض مقالات کی تشریح شامل ہے۔

۱۸۔ **اردو ترجمہ "عبقات" :**۔۔۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے عربی زبان میں تصوف کے موضوع پر عبقات کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جو طبع ہو چکی ہے۔ مولانا گیلانی نے اس کا اردو ترجمہ کیا جو

اللجنۃ العلمیہ حیدر آباد نے شائع کیا۔

تعلیم

۱۹۔ مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت (دو جلد) :۔ مولانا گیلانی کی یہ کتاب اپنے موضوع پر نہایت جامع ہے جس میں اسلام کے نظریۂ تعلیم، احیائے اسلام کے لیے مسلمانوں کی کوششیں، کتب خانے، کتب خانوں کا انتظام، مدارس کا قیام، علما کی حیرت انگیز خدمات اور کارنامے سب ہی کچھ زیرِ بحث آیا ہے۔ مکتبۂ برہان دہلی نے دو حصوں میں شائع کی ہے۔ حال ہی میں کتاب کا پہلا حصہ مناسب تدوین و تبویب اور ذیلی سرخیوں کے ساتھ دوبارہ چھپا ہے۔

متفرقات

۲۰۔ مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ :۔ اس مقالے میں مولانا گیلانی نے اس حقیقت پر روشنی ڈالی ہے کہ الملل والنحل قسم کی کتابوں میں مسلمانوں کے بھانت بھانت کے فرقوں کا ذکر پایا جاتا ہے۔ مگر ان فرقوں کا آج دنیا میں کوئی وجود نہیں۔ مسلمانوں میں صرف دو ہی قابلِ ذکر گروہ ہیں اور یہ گروہ سنی اور شیعہ ہیں۔ مولانا گیلانی نے مسلمانوں میں فرقہ بندی کے اسباب کا تجزیہ کرتے ہوئے معتزلہ، جبریہ اور جہمیہ وغیرہ فرقوں کا ذکر کیا ہے۔

۲۱۔ ہزار سال پہلے :۔ برصغیر پاک و ہند کے بارے میں مسلمان سیاحوں نے اپنے سفرناموں میں جو مشاہدات و تاثرات بیان کیے ہیں، مولانا گیلانی نے مناسب تشریح کے ساتھ ان کا ترجمہ کیا ہے۔ اس کتاب سے ہزار سال پہلے کے ہندوستان کے بارے میں قابلِ قدر معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

۲۲۔ مکاتیب گیلانی :۔ مولانا مناظر احسن گیلانی کا حلقۂ اثر خاصا وسیع تھا۔ ان سے دینی و علمی معاملات پر اہلِ علم خط و کتابت کرتے تھے اور طلبہ اُن سے رہنمائی کے لیے مراسلت رکھتے تھے۔ مولانا گیلانی خط کا جواب دینے میں نہایت مستعد تھے۔ بلا مبالغہ انھوں نے ہزاروں خطوط لکھے ہوں گے اور ان کا بڑا حصہ محفوظ ہوگا۔

مولانا گیلانی کی رحلت کے فوراً بعد مولانا منت اللہ رحمانی نے ان کے مکاتیب جمع کرنے کی مہم شروع کر دی تھی اور وہ اکثر اہلِ علم سے اُن کے نام مولانا گیلانی کے خطوط حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ مولانا رحمانی نے مناسب حواشی کے ساتھ خطوط مرتب کیے اور ۱۹۷۲ء میں

"مکاتیبِ گیلانی" کی پہلی جلد منظرِ عام پر آگئی۔ اس جلد میں ۸۷ خطوط شامل ہیں۔ مکتوب الیہم میں مولانا عبد الباری ندوی، علامہ سید سلیمان ندوی، مولوی محمد یعقوب، مولانا محمد زکریا محمودی، حکیم یوسف حسن خان شامل ہیں۔ اس مجموعۂ خطوط پر مولانا عبد الباری نے مقدمہ لکھا ہے جس میں مولانا گیلانی کی شخصیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس مجموعۂ مکاتیب کے علاوہ رسائل و جرائد میں مولانا گیلانی کے درجنوں خطوط نظر سے گزرے ہیں، اگر یہ خطوط بھی یک جا کر لیے جائیں تو ایک بڑی علمی خدمت ہوگی۔

متذکرۃ الصدر مطبوعات کے علاوہ مولانا گیلانی کے سینکڑوں دینی، سوانحی اور تعلیمی مقالات ہیں جو تا حال یک جا نہیں ہوئے۔ مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی نے ان کی رحلت پر ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ میں طبع شدہ مضامین کا ایک انتخاب "افاداتِ گیلانی نمبر" کے نام سے مرتب کیا تھا۔ مگر "الفرقان" کا یہ خصوصی شمارہ جلد ہی کمیاب ہوگیا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ "مقالاتِ شبلی" کی طرز پر مولانا گیلانی کے جملہ مضامین مرتب کیے جائیں۔

علمی اداروں سے وابستگی

مولانا گیلانی برِ صغیر کی کئی علمی مجالس کے اعزازی رکن تھے۔ ندوۃ المصنفین دہلی کے رکن رہے۔ ۱۳۵۰ھ سے ۱۳۶۷ھ تک سترہ سال دار العلوم دیوبند کی مجلسِ شوریٰ میں شامل رہے۔ دار المصنفین اعظم گڑھ کے اربابِ اختیار ان سے مشورہ لیتے تھے۔ ماہنامہ "الفرقان" (لکھنؤ) کے اعزازی مدیر کی حیثیت سے ایک سال کام کیا۔ پاکستان میں اسلامی دستور کی ترتیب و تدوین کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم نے علما کی ایک مجلس بلائی تو مولانا گیلانی بطورِ خاص کراچی آئے اور مسودۂ دستور (مجوزہ از طرف علمائے پاکستان) مرتب کرنے میں حصہ لیا۔

شاعری

مولانا سید مناظر احسن گیلانی نے جس ماحول میں آنکھیں کھولی تھیں، اس میں شعر و سخن کے چرچے تھے۔ ان کے عمِ محترم اور استاد سید ابو نصر شعر و سخن سے دلچسپی رکھتے تھے۔ مولانا گیلانی نے تقریباً تیس سال عروس البلاد حیدر آباد میں گزارے جہاں شعر و سخن کی محفلیں جمتی تھیں اور علم و ادب کی داستانیں چھیڑی جاتی تھیں۔ وہ سخن فہم اور سخن شناس تو تھے ہی سخن سرا بھی ہوگئے۔ عربی، فارسی، اردو اور ہندی کے

قدیم شعری سرمائے پر ان کی نظر تھی۔ بیسیوں اشعار یاد تھے اور بڑی خوبی سے اپنی تحریروں میں جڑتے تھے۔ جب بھی خارجی حالات محرک ہوتے اور اس کے ساتھ طبیعت حاضر ہوتی تو اپنے جذبات و احساسات کا اظہار موزوں الفاظ میں کر دیتے تھے۔ بہاری ہندی (ہندی نما اردو) میں انھوں نے وجد انگیز اور کیف پرور نعتیں لکھیں۔ ان نعتوں میں "دھرمی" تخلص کیا ہے۔ یہ نعتیں ان کے "البیلے پن" کی وجہ سے خاصے کی چیز ہیں۔ ایک نعت کا شعر ہے:

تجھ سے توڑوں توکس سے جوڑوں تیری گل کی خاک بٹوروں

مولانا گیلانی اپنی نعتیں ترنم سے سناتے تھے اور بقول مولانا علی میاں "اہلِ مجلس کو کیف و سرور کا وہ بادۂ دوشینہ پلاتے کہ مدینہ طیبہ کی فضائیں آنکھوں میں لہرا جاتی تھیں"[۵۵] مولانا گیلانی نے احباب کی رحلت پر اپنے احساسات بہ شکل نظم ادا کیے۔ سید سلیمان ندویؒ کی وفات پر مرثیہ کہا۔ چند شعر یہ ہیں:

گرچہ تو تنہا گیا ہے پر دلاتا ہوں یقین آگے پیچھے آ رہے ہیں سب ترے احباب و یار

اپنی تحریروں میں خود مری نظر تجھ پر رہی رائے کا تیری رہا دل کو ہمیشہ انتظار

راہ میں آئے لکھنؤ اور دریا باد کبھی ہیں جہاں تھامے کلیجے تیرے کچھ یارانِ غار

خطابت

مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی طلاقتِ لسانی اور خطابت کی روانی مشہور ہے۔ وہ کئی کئی گھنٹے مسلسل تقریر کرتے اور سامعین ہمہ تن گوش ہو کر سنتے۔ وہ واعظانہ باتیں ہی نہ کہتے بلکہ علمی مسائل بھی اس سادگی اور شستگی سے بیان کرتے تھے کہ عامی بھی ان کی تقریر سے کچھ حاصل کر کے ہی اُٹھتا تھا۔ نواب بہادر یار جنگ اپنے دَور کے منجھے ہوئے خطیب تھے، مولانا گیلانی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

"گو کبھی زانوئے تلمذ آپ کے سامنے تہہ کرنے کی عزت حاصل نہیں کی لیکن تقریر و خطابت میں ہمیشہ آپ کو اپنا امام سمجھتا ہوں"[۵۶]

مولانا گیلانی نے خطابت کا آغاز جنگِ بلقان (۱۹۱۳ء) کے زمانے میں کیا۔ ٹونک میں ندوہ کے

---

[۵۵] پرانے چراغ [۵۶] مکاتیب بہادر یار جنگ، ص ۱۹۷

ایک عالم چندہ کی غرض سے پہنچے۔ انھوں نے بہت سر مارا مگر اُن کی کوششیں صدا بصحرا ثابت ہوئیں، ان حالات میں مولانا گیلانی نے اہلِ شہر کو خطاب کرنے کا پروگرام بنایا۔ اس تقریر کو یاد کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" ٹونک کی تاریخ میں وہ یادگار دن تھا۔ جامع مسجد بھری ہوئی تھی۔ وامتازوا الیوم ایھا المجرمون کے ساتھ میری کڑکتی ہوئی تقریر کا آغاز ہوا۔ جو جہاں تھا تھرا کر رہ گیا۔ پھر مجھے خود نہیں معلوم کہ کیا کہا۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد ہوش آیا تو دیکھتا ہوں کہ خود رو رہا ہوں اور ساری مسجد میں کہرام برپا ہے۔ روپیہ کا ڈھیر میرے قدموں کے سامنے ہے۔ لوگ واقعۃً کپڑے پھاڑ رہے تھے۔ بال نوچتے تھے، منہ پر تھپیڑ مارتے تھے۔ ساری مسجد دیوانی ہو رہی تھی۔ میں خود حیران تھا کہ قصہ کیا ہے ؟ اور آج تک اس کی توجیہ میری سمجھ سے خارج ہے۔ شاید میرے دبے دبائے جذبات یکا یک اُبھر پڑے یا کیا ؟ میں تقریر بھی کر سکتا ہوں نہ صرف دوسروں کو بلکہ خود مجھے پہلی دفعہ اس کا علم ہوا۔"[۵۷]

اس کے بعد مولانا گیلانی تقاریر کرتے ہی رہے اور سیاسی و دینی اجتماعات کو خطاب کرتے رہے۔ ان کے ایک ہم جماعت دوست مولانا عبدالرحمٰن (سابق مفتی محکمہ امورِ مذہبی۔ ریاست بہاول پور) اُن کی یاد میں لکھتے ہیں :

" ٹونک کی طالب علمی اور بالکل اوائل عمری کی بات ہے کہ جنگ طرابلس میں جب اٹلی اور اس کے ساتھیوں نے ترکی اور وہاں کے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا اور بے پناہ مظالم ڈھائے تو اس وقت اس بربریت سے متاثر ہو کر ایک قطعہ بند نظم لکھی اور اجمیر میں ایک بڑے اجتماع کے موقع پر درگاہ خواجہ معین الدین چشتی کے مزار پر اس کو عجیب درد انگیز اور رقت انگیز لہجہ سے سنایا کہ تمام مجمع مسحور اور بے خود ہو گیا تھا۔ نظم بلا کی آتش بار تھی اور شروع یہاں سے ہوتی تھی۔

بے طرح درد سے دل آج بھرا آتا ہے — خون بن کر جگر آنکھوں میں چلا آتا ہے
- - - - - - - — لب پہ شکوے چلے آتے ہیں گلا آتا ہے

دل میں جب ضبط نہیں، بندشِ لب بھی نہ سہی — مہر تاباں جو نہیں انجمِ شب بھی نہ سہی
جس طرح اور نہیں ایک ادب بھی نہ سہی — آج تک کون سے اچھے تھے ہم، اب بھی نہ سہی

.... یہ نظم بصورت رسالہ چھپ بھی گئی تھی مگر پھر وہ ضبط ہو گئی اور اسی وقت سے نایاب ہے۔ اجتماع کے برخاست

---

۵۷ مشاہیر اہلِ علم کی محسن کتابیں، ص ۴۵، ۴۶

ہونے کے بعد مرحوم کی تلاش میں اجمیر پولیس نے دوڑ دھوپ شروع کر دی کہ یہ نوعمر لڑکا کون تھا؟ کہاں کا تھا، کدھر گیا؟ مگر وہ فوراً ہی ٹونک جا چکے تھے۔[۵۸]

اخلاق و عادات

مولانا مناظر احسن گیلانی اپنے علمی مرتبے اور وجاہت کے باوجود ہنس مکھ تھے۔ گفتگو اور نجی تحریروں میں مخاطب کی اس طرح چٹکی لیتے تھے کہ دوسرے ہی نہیں خود وہ بھی جس کی چٹکی لی جاتی تھی، مسکرائے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

مولانا گیلانی کے مزاج کا دوسرا جزو خاکساری اور انکسار تھا۔ ہر موقع پر اپنی ہیچ میرزی کا سبب پیدا کر لیتے تھے۔ انھوں نے اپنی تحریروں کے بارے میں ہمیشہ یہی لکھا کہ ان میں کیا رکھا ہے؟ مگر اہلِ علم جانتے ہیں کہ مولانا نے ہر موضوع پر معلومات کے انبار لگائے ہیں۔ ایک خط میں حکیم محمد نصیر الدین ندوی صاحب کو لکھتے ہیں:

"میرے پراگندہ خیالات اور قلمی ہفوات کا آپ نے ذکر فرمایا ہے۔ کیا واقعی آپ ان کو پسند فرماتے ہیں۔ میں تو جبراً لوگوں کی خاطر سے لکھ دیتا ہوں۔"[۵۹]

مولانا گیلانی کے ہاں سادگی، ضمیر کی سچائی، کم سے کم اسبابِ زندگی پر قناعت اور محض اللہ کے لیے دوستی و دشمنی نظر آتی ہے۔ مولانا عبید اللہ سندھی ۲۵ برس کی جلاوطنی کے بعد آئے تو ان مرحوم نے ایسے خیالات کا اظہار شروع کیا جن میں توازن کی از حد کمی تھی۔ یہ خیالات غلطیوں اور غلط فہمیوں کا سبب بن رہے تھے۔ حلقۂ علما میں سے بعض حضرات نے دبے لفظوں میں مولانا سندھی کے خیالات سے برأت کا اظہار کیا مگر چند اہلِ قلم نے مولانا سندھی کے اُلجھے ہوئے خیالات کی وکالت شروع کر دی۔ اس موقع پر مولانا گیلانی نے واشگاف انداز میں مولانا سندھی اور ان کے ہم نواؤں پر گرفت کی۔[۶۰] انھوں نے اپنے ہم مسلک علما کی ناراضگی کی بھی کوئی پروا نہ کی۔

۵۸۔ دار العلوم (دیوبند) اگست ۱۹۵۶ء، ص ۴۵-۴۶

۵۹۔ ماہنامہ "ریاض" (کراچی) اگست ۱۹۵۳ء، ص ۴۸

۶۰۔ ملاحظہ ہو مکاتیبِ گیلانی، ص ۳۲۱-۳۲۵، الفرقان (لکھنؤ) افاداتِ گیلانی نمبر، ص ۳۲، ۳۳

مولانا گیلانی کی تحریروں سے ان کی وسعتِ مطالعہ عیاں ہے۔ نادر و نایاب کتابیں خریدتے رہتے تھے اور احباب سے کتابوں کے بارے میں استفسار کرتے رہتے تھے۔ گیلانی کے زمانۂ قیام میں وہ علمی سہولتیں حاصل نہ تھیں جو حیدر آباد میں موجود تھیں۔ علما سے رابطے کا ذریعہ صرف مراسلت تھی چنانچہ اس دور کے خطوط میں کتابوں کا ذکر اور اشتیاق کچھ زیادہ ہی ہے۔ مولوی غلام محمد حیدر آبادی (حال مقیم پاکستان) کو لکھتے ہیں:

"ہاں صاحب! ایک بات جسے بار بار پوچھنا چاہتا ہوں مگر عین وقت پر بھول جاتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ پاکستان مغربی کے شہروں کراچی، لاہور، حیدر آباد، پشاور وغیرہ میں عربی کتابوں کا بھی کوئی تجارتی کارخانہ ہے؟ ایک خاص ضرورت سے یہ سوال کر رہا ہوں۔ کاش آپ اس کو یاد رکھیں یا کسی بڑے مولوی صاحب سے جو کتابوں کا ذوق رکھتے ہوں، ان سے دریافت فرمائیے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فلمیات، کوکیات اور عصری سیاسیات کے سوا ٹھوس علمی و اسلامی موضوع پر بھی کوئی رسالہ کہیں سے نکلتا ہے؟ عربی ممالک کے سفارت خانوں میں اپنے اپنے ملک کے رسائل و مجلات آتے ہوں گے۔ کیا اُن کی فہرست مل سکتی ہے؟"[۱۱۵]

۱۹۵۶ء میں مولانا ابوالحسن علی ندوی دمشق میں تھے۔ وہاں سے مولانا ابوالحسن علی نے مولانا گیلانی کو یاد کیا۔ مولانا گیلانی نے اپنے جوابی خط میں دمشق کے حوالے سے اہلِ علم اور کتابوں کا ذکر چھیڑ دیا۔ لکھتے ہیں:

"سب سے زیادہ تڑپ دل میں ان کتابوں کی پیدا ہو رہی ہے جن سے شام کے کتب خانے پٹے پڑے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ و ابن قیمؒ، علامہ ذہبی و السبکی و آلہ کے وطن میں جو کچھ مل رہا ہے اسے ملنا ہی چاہیے۔ یوم المحاضرہ کے بعد تو ہفتہ بھر آپ کا ان چیزوں کی سیر و تماشا میں بسر ہوتا ہوگا۔ معلوم نہیں کہ دول الاسلام ذہبی کا مکمل نسخہ اور مرآۃ الزمان ابن الجوزی کی السبط کی طباعت کا انتظام کیا گیا ہے۔ جی چاہتا تھا کہ مرنے سے پہلے کم از کم دونوں کتابوں کے مطالعہ کا موقع مل جاتا۔ ابنِ عساکر کی تاریخِ دمشق خدا جانے مکمل ہو کر بازار میں آگئی یا نہیں، میرے پاس تو صرف ابن بدران کی تلخیص کی ساتویں جلد تک ہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ دو مختلف وادیوں کے شیخ یعنی شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ اور الشیخ الاکبر ابن عربی دونوں کے لیے دمشق کے آغوش میں جگہ نکل آئی۔ اس زمانے میں شیخ الاسلام کے عقیدت مندوں کی تو کافی جماعت ہوگی۔ کیا بے چارے شیخ الاکبر کی اکبریت کو باقی رکھنے کے لیے بھی کوئی کھڑا کر دیا گیا ہے۔ ابن تیمیہ اور

۱۱۵۔ ماہنامہ "بینات"، (کراچی) ذی قعدہ ۱۳۸۳ھ، ص ۲۹۷ - ۲۹۸

ان کے تلامذہ راشدین کی کوئی غیر مطبوعہ نادر کتاب آپ کی پسند کی کیا ملی ؟ ان بزرگوں کے لیے تو یورپ کے عصری مذاق کی رو سے چاہیے تھا کہ الگ الگ سوسائٹیاں شام میں بن جاتیں جو اُن کی اصل کتابوں کو بھی شائع کرتیں اور ان کے علمی و نظری اختراعات و تخلیقات پر کام کرتیں[۱۲]

مولانا گیلانی کی کتاب دوستی کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی مؤلف کی عمدہ کتاب کا مسودہ دیکھا تو اس کی اشاعت کے لیے کوشاں ہو گئے۔ انھیں اپنی تالیف "مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت" کے سلسلے میں علماو مشائخ کے مفصل حالات کی ضرورت محسوس ہوئی تو انھوں نے مولانا سید عبدالحی رائے بریلوی کی تالیف "نزہتہ الخواطر" کا مسودہ دیکھا۔ وہ اس کتاب سے متاثر ہوئے اور اس کی اشاعت کے پُرجوش داعی بن گئے۔

مولانا گیلانی نے حیدرآباد میں کتاب چھپوانے کی تحریک کی اور ایک میمورنڈم تیار کیا جس پر برصغیر کے چوٹی کے علما کے دستخط لے کر نواب حیدر نواز جنگ سر اکبر حیدری (صدرِ اعظم حیدرآباد) کی خدمت میں پیش کیا۔ ان کا یہ میمورنڈم ضائع نہ گیا اور نزہتہ الخواطر کا پہلا حصہ ۱۹۴۷ء میں چھپ کر اہلِ علم تک پہنچ گیا۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے نزہتہ الخواطر کی اشاعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کی اشاعت میں مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی مساعی جمیلہ کا بہت بڑا حصہ ہے۔"[۱۳]

ماخذ

(مولانا مناظر احسن گیلانی کی تالیفات کے علاوہ حسبِ ذیل کتب اور رسائل سے استفادہ کیا گیا ہے)۔

ابوالحسن علی ندوی	حیاتِ عبدالحی	ندوۃ المصنفین۔ دہلی (۱۹۷۰ء)
״	پرانے چراغ	مجلس نشریاتِ اسلام۔ کراچی (۱۹۷۵ء)
حکیم سید احمد اللہ ندوی	تذکرہ مسلم شعرائے بہار جلد ۴	مؤلف۔ کراچی (۱۹۶۸ء)
اختر اورینوی	بہار میں اُردو زبان و ادب کا ارتقا	پٹنہ (۱۹۵۷ء)
بدر شکیب	سرگزشت جامعہ عثمانیہ	بزم طلبا قدیم نظام کالج۔ کراچی (۱۹۷۱ء)
بہادر یار جنگ	مکاتیب بہادر یار جنگ	بہادر یار جنگ اکادمی۔ کراچی (۱۹۶۸ء)

۱۲ھ پرانے چراغ، ص ۹۳

۱۳ھ حیاتِ عبدالحی، ص ۲۶۹

سید عبدالحی رائے بریلوی — نزہۃ الخواطر جلد ۸ — نور محمد اصح المطابع ۔ کراچی (۱۹۷۶ء)

منشی عبدالرحمان خان — اندازِ سخن — تخلیق مرکز ۔ لاہور (۱۹۷۳ء)

عمران خان — مشاہیر اہلِ علم کی محسن کتابیں — مطبع معارف اعظم گڑھ ۔ (س ۔ ن)

سید محمد ازہر شاہ قیصر — حیاتِ انور — دیوبند (۱۹۵۵ء)

منت اللہ رحمانی — مکاتیبِ گیلانی جلد اوّل — دارالاشاعت رحمانی ۔ خانقاہ مونگیر (۱۹۷۲ء)

الفہرست :- محمد بن اسحاق ابن ندیم وراق ـــ اردو ترجمہ: محمد اسحاق بھٹی

یہ کتاب چوتھی صدی ہجری تک کے علوم و فنون، سیر و رجال اور کتب و مصنفین کی مستند تاریخ ہے۔ اس میں یہود و نصاریٰ کی کتابوں، قرآنِ مجید، نزولِ قرآن، جمع قرآن اور قرائے کرام، فصاحت و بلاغت، ادب و انشا اور اس کے مختلف مکاتبِ فکر، حدیث و فقہ اور اس کے تمام مدارسِ فکر، علمِ نحو، منطق و فلسفہ، ریاضی و حساب، سحر و شعبدہ بازی، طب اور صنعتِ کیمیا وغیرہ تمام علوم، ان کے علما و ماہرین اور اس سلسلے کی تصنیفات کے بارے میں اہم تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں واضح کیا گیا ہے کہ یہ علوم کب اور کیوں کر عالمِ وجود میں آئے۔ پھر ہندوستان اور چین وغیرہ میں اس وقت جو مذاہب رائج تھے ان کی وضاحت کی گئی ہے۔ نیز بتایا گیا ہے کہ اس دور میں دنیا کے کس کس خطے میں کیا کیا زبانیں رائج اور بولی جاتی تھیں اور ان کی تحریر و کتابت کے کیا اسلوب تھے۔ ان کی ابتدا کس طرح ہوئی اور وہ ترقی و ارتقا کی کن کن منازل سے گزریں۔ ان زبانوں کی کتابت کے نمونے بھی دیے گئے ہیں ـــ ترجمہ اصل عربی کتاب کے کئی مطبوعہ نسخے سامنے رکھ کر کیا گیا ہے اور جگہ جگہ ضروری حواشی دیے گئے ہیں جس سے کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

صفحات ۹۴۶ مع اشاریہ — قیمت ۴۵ روپے

ملنے کا پتا :- ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور